ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-03

ماخذ تحقیقی مجلہ

OPEN ACCESS

CC BY NC

نیل زہرا
اسکالر پی ایچ ڈی اردو، شعبہ اردو زبان و ادب، فاطمہ جناح ویمن یونیورسٹی، راولپنڈی۔
ڈاکٹر اقلیمہ ناز
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو زبان و ادب، فاطمہ جناح ویمن یونیورسٹی، راولپنڈی

ناول "قربت مرگ میں محبت" میں لسانی انحراف: تنقیدی مطالعہ

Neel Zahra
Scholar Ph.D. Urdu. Department of Urdu Zuban-O-Adab, Fatima Jinnah Women University, Rawalpindi.
Dr. Aqlima Naz *
Assistant Professor. Department of Urdu Zuban-O-Adab, Fatima Jinnah Women University, Rawalpindi
***Corresponding Author:** aqlimanaz@fjwu.edu.pk

A Critical Study of Linguistic Deviation in Novel "Qurbat e Marg Main Muhabat"

The study of the linguistic tradition of the Urdu novel indicates that until the twentieth century its language largely conformed to conventional frameworks, where style, syntax, metaphors, similes and orthography reflected the classical expectations of readers. However, the twenty-first-century novelist departed from these conventions by introducing novelty and individuality into language. Different forms of linguistic deviation; syntactic, semantic, morphological and orthographic; emerge as deliberate creative practices within the narrative. Such deviations are not merely acts of breaking tradition; rather, they expand the expressive scope of the language, infuse the text with freshness and open new intellectual and aesthetic possibilities for the reader. Thus, through these linguistic experiments, the Urdu novel contributes not only to the evolution of literary tradition but also offers new dimensions for linguistic scholarship. The current paper focuses on the study of linguistic

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-03

deviation in the novel "Qurbat e Marg Main Muhabat" by Mustansar Hussain Tarar.

Key Words: *Urdu Novel, twenty-first-century, Linguistic Deviation, Mustansar Hussain Tarar, Qurbat e Marg Main Muhabat.*

اردو زبان میں معیاری جملہ سازی کے کچھ مقررہ اصول ہیں جن کی پاسداری ضروری سمجھی جاتی ہے۔ اگر ان اصولوں سے ہٹ کر جملہ تحریر کیا جائے تو وہ معیاری جملہ بندی کے دائرے سے نکل جاتا ہے۔ معیاری انداز اسی وقت قائم رہتا ہے جب جملے میں اسم، فعل، حروف اور قواعد کے ساتھ ساتھ معنی کے اعتبار سے بھی روزمرہ کے رائج ضوابط کو ملحوظ رکھا جائے۔ بصورت دیگر جملے کی ساخت معیار سے ہٹ جاتی ہے۔ یہی لسانی انحراف ہے۔ دنیا کی ہر زبان میں اس طرح کا انحراف پایا جاتا ہے جس کی اصل وجہ لکھنے والے کی شخصیت کا انوکھا پن ہے۔ ہر ادیب یا مصنف اپنے خیالات کو اپنی مخصوص طرز میں بیان کرتا ہے۔ یہ اس پر منحصر ہے کہ وہ روایتی اصولوں کو اپنائے یا ان سے آزادی حاصل کرے۔ بعض اوقات روایت کے پابند لکھاری اپنی تحریر میں فطری روانی کو برقرار رکھتے ہوئے بے اختیار اصولوں سے ہٹ جاتے ہیں۔ مصنف کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ ہمیشہ ایک ہی طرح کی باقاعدہ زبان استعمال کرے۔ اکثر اوقات اس کی زبان اس کے مزاج اور کیفیت کے مطابق ڈھل جاتی ہے اور روایت سے ہٹ جاتی ہے۔ یہی وہ لمحہ ہے جب روزمرہ اور معیاری جملہ بندی سے فی البدیہہ انحراف پیدا ہوتا ہے۔ لسانیات کے ماہرین ایسے انحراف کو لکھاری کا "اسلوب" کہتے ہیں۔ چارلس اوس گڈ (Charles Osgood) کا خیال ہے:

> "یہ (اسلوب) نارم یعنی زبان کے مروجہ معیار سے انحراف (Deviation) کے نتیجے میں معرضِ وجود میں آتا ہے۔"(۱)

زبان کے مروجہ معیار یا norm سے انحراف کو مختلف ماہرین لسانیات نے مختلف انداز میں بیان ضرور کیا ہے تاہم اس انحراف کا بنیادی وصف ایک ہی ہے اور وہ معمول سے ہٹ کر چلنا ہے۔ ریمنڈ چیپ مین (Raymond Chapman) نے اسے فورگراؤنڈنگ (Foregrounding) سے تعبیر کرتے ہوئے کہا ہے:

> "فورگراؤنڈنگ کسی چیز کو فن کے دائرے میں لے کر آنا ہے تاکہ یہ اپنے ماحول سے مختلف نظر آئے۔"(۲)

یعنی زبان کے مروجہ معیار سے انحراف کو جو بھی نام دیا جائے، لسانی انحراف، فورگراؤنڈنگ یا کوئی بھی دیگر نام ہو، اس کا مقصد و منتج روایتی ماحول سے اختلاف اور انفراد ہی ہے جبکہ اس کا عملی دائرہ فن کے دائرے سے مماثل ہونا ضروری ہے۔ ادب میں الفاظ کی ترتیب، اسلوب، لہجے، معنویت اور اظہار کے درست انداز کو بنیادی

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-03

اہمیت حاصل ہے۔ انہی عناصر کے ذریعے متن کی مختلف جہات کو سمجھا جا سکتا ہے اور مختلف تحریروں کے تقابلی مطالعے سے ان کے باہمی فرق اور تنوع کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ اظہار کے یہ طریقے روایت کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ متن میں جدت پیدا کرنے کے لیے ادیب کے لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ نئے لسانی پیمانے متعارف کرائے۔ جب یہ نئے انداز سامنے آتے ہیں تو چونکہ یہ روایت سے ہٹ کر ہوتے ہیں اس لیے انہیں ابتدا میں لسانی انحراف یا تصرف کہا جاتا ہے۔ یہ حقیقت بھی اپنی جگہ مسلم ہے کہ ایسے انحراف ہی زبان کو حرکت اور تازگی بخشتے ہیں۔ یہی تحرک مختلف اصنافِ ادب میں نظر آتا ہے اور ناول بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔ ناول ایک ہمہ گیر اور وسیع تناظر کی حامل صنف ہے اس لیے زبان کے نئے تجربات کے لیے اس میں سب سے زیادہ گنجائش موجود ہوتی ہے۔ بیسویں صدی تک اردو ناول کی زبان ایک خاص روایتی فضا میں ڈھلی ہوئی نظر آتی ہے جس میں استعارات و تشبیہات، رموز و علائم، معنویت اور متن کی ترتیب و تنظیم سب کچھ ایک قائم شدہ روایت کے تابع ہوتا تھا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ کلاسیکی ذوق رکھنے والے قاری کے سامنے اگر کوئی نیا لسانی انداز پیش کیا جاتا تو یہ ناول نگار کے لیے تحقیر کا باعث بن سکتا تھا۔ اسی لیے ناول نگار عموماً قاری کی پسند اور توقعات کو مد نظر رکھتے ہوئے کہانی تخلیق کرتے تھے۔ انسانی فطرت کے تقاضے کے مطابق بعض اوقات لسانی تصریفات بھی سامنے آجاتیں تاہم ان کی مقدار بہت کم تھی۔

اکیسویں صدی کے ناول نگار اس لحاظ سے مختلف ہیں کہ وہ لسانی تصریف و تحریف کے حوالے سے نڈر دکھائی دیتے ہیں۔ ان ناول نگاروں نے تنقید یارڈ کے خوف کے بغیر زبان میں تجربات کیے اور اپنی مرضی کے بیانیے تخلیق کیے۔ مستنصر حسین تارڑ کا شمار بھی انہی ناول نگاروں میں ہوتا ہے۔ مستنصر حسین تارڑ ایک ہمہ پہلو ادبی شخصیت کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ ان کی اصل شناخت نثر نگاری ہے اور انہوں نے نثر کی تقریباً تمام اہم اصناف میں اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا اظہار کیا ہے۔ سفر نامہ، ناول، افسانہ، ڈرامہ اور کالم نگاری میں وہ اپنی انفرادیت اور فنی مہارت ثابت کر چکے ہیں۔ خاص طور پر ناول کے میدان میں انہوں نے اپنی ایک منفرد پہچان قائم کی ہے۔ ان کے ناول **"بہاؤ"**، **"راکھ"**، **"قربتِ مرگ میں محبت"**، **"اے غزالِ شب"**، **"ڈاکیا اور جولاہا"**، **"قلعہ جنگی"** اور **"خس و خاشاک زمانے"** اس بات کا ثبوت ہیں کہ انہوں نے فرد، معاشرے اور زندگی کے تعلق کو ہر بار نئے اور تازہ زاویے سے پیش کیا ہے۔ تارڑ کا ناول **"قربتِ مرگ میں محبت"** موت کی فطری حقیقت اور اس سے جڑی کیفیات کے گرد گھومتا ہے۔ اس میں جہاں موت کے خوف کو بیان کیا گیا ہے وہیں زندگی سے محبت کی ابدی کیفیت بھی ساتھ ساتھ

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-03

چلتی ہے۔ناول کی ساخت میں دریائے سندھ اور اس کے اطراف کی زندگی کا عکس نمایاں ہے۔تارڑ نے اس ناول میں صرف روایتی کہانی کی بنت ہی نہیں کی بلکہ کہانی کو لسانی انحراف سے بھی انفرادیت بخشی ہے۔ذیل میں اس انحراف کی مختلف صورتوں کا مطالعہ پیش ہے۔ناول "قربتِ مرگ میں محبت" میں اسم کے روایتی استعمال میں انحراف کی مثال ملاحظہ ہو:

"سندھ کے پانیوں پر کسی مچھلی کے سانس کا بلبلانہ اٹھا۔"(۳)

اس مثال میں پانی کی سطح پر مچھلی کے سانس کے بلبلے کا تصور دیا جارہاہے جو اردو روزمرہ کے برخلاف ہے کیونکہ اردو روزمرہ میں بلبلا پانی کا بنتا ہے، سانس کا نہیں۔چاہے مچھلی کی سانس سطحِ آب پر بلبلا بننے کا محرک ہو، اسے بلبلے سے تعبیر نہیں کیا جاتا۔لیکن مصنف نے براہِ راست محرک کو مستعار لے کر روایتی جملہ بندی سے انحراف کیا ہے۔اکثر یہ لسانی انحراف شعوری طور پر اختیار کیا جاتا ہے اور اس کا مقصد تحریر میں جدت اور ندرت پیدا کرنا ہوتا ہے۔لسانیاتی سطح پر زبان میں جمالیاتی رنگ کی آمیزش اسی شعوری انحراف کی مرہون ہے۔اس ضمن میں جیوفری لیچ (Geoffery Leech) کا کہنا ہے:

> "Foregrounding as the esthetically intentional distortion of the linguistic component."
>
> "جمالیات کے حصول کے لیے کسی باترتیب لسانی جزو میں بالارادہ توڑ پھوڑ کو لسانی انحراف کہتے ہیں۔"(۴)

تحریر میں جدت پیدا کرنے کے لیے اگر زبان میں اسم اور فعل کی روایتی ترتیب کو بدلا جائے تو یہ بھی لسانی انحراف کی ایک صورت ہے۔عام طور پر ہر زبان میں کچھ خاص اسما کے ساتھ کچھ مخصوص افعال کا استعمال طے شدہ ہوتا ہے لیکن جب اس مقررہ انداز سے ہٹ کر اسم اور فعل کو جوڑا جاتا ہے تو یہ روزمرہ کے رائج طریقے سے انحراف کے زمرے میں آتا ہے۔ناول میں اسم کے استعمال سے انحراف کی ایک اور مثال پیش ہے:

"اس کی آنکھوں میں ٹکڑی کے الاؤ جلتے تھے۔"(۵)

اردو روزمرہ میں آگ کے "الاؤ" لکڑیوں سے جلتے ہیں، اس جملے میں "ٹکڑی" کے "الاؤ" جلانا روزمرہ سے ہٹ کر ہے۔"ٹکڑی" سے مراد پرندوں کی ٹولی ہے اور "الاؤ" کا لفظ "امید" کے معنی میں استعمال ہوا ہے تاہم جملے کی تشکیل روایت سے ہٹ کر ہے۔یہاں "الاؤ" کی بجائے "جگنو" کے لفظ سے روایت کے دائرے میں مطلب

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-03

برابری ہو سکتی ہے تاہم مصنف نے روایت سے انحراف برتا ہے۔لسانی انحراف کی ایک اور صورت مروجہ قواعد کی خلاف ورزی ہے۔ناول قربت "مرگ سے محبت" سے مثال دیکھیے:

"وہ جو میرا باپ تھاناں تو وہ ہمیش پانیوں میں رہتا تھا۔"(۶)

مثال میں اول یہ کہ "ہمیشہ" کا آخری حرف حذف کر کے "ہمیش" لکھنا روزمرہ کی خلاف ورزی ہے تو دوسری جانب "پانی" کی جمع "پانیوں" کی صورت میں وضع کرنا لسانی انحراف کی مثال ہے۔انحراف کی اگلی مثال دیکھیے:

"ہم جانوں ہیں کہ مچھلی کے ہر سانس کے درمیان کتنا وقت ہوتا ہے۔"(۷)

یہاں "ہم جانوں ہیں" سے مراد ہے "ہم جانتے ہیں" لیکن مصنف نے تحریر میں مقامی لب و لہجے کی تاثیر بھرنے کے لیے جملے میں فعل کی روایتی شکل و صورت سے انحراف برتا ہے۔ناول سے صفت کے بیان میں انحراف کی مثال ملاحظہ ہو:

"گہرے مونگیائی رنگ کا گیٹ اور تمہاری کال بیل جس کا بٹن نیلے رنگ کا ہے۔"(۸)

یہاں "مونگیا" رنگ کے لیے "مونگیائی" کا لفظ استعمال ہوا ہے جبکہ "مونگیا" پہلے ہی "مونگ" سے مشتق ہے اور یہ اسی اصول پر وضع کیا گیا ہے جیسے "سرمہ" سے "سرمئی" یا "چمپا" سے "چمپئی"۔۔ پس اسے "مونگیا" تک ہی محدود رکھنا مناسب ہے۔ کبھی "نیلا" سے "نیلائی"، "پیلا" سے "پیلائی" یا "کالا" سے "کالائی" رنگ بنتے نہیں دیکھا گیا بلکہ رنگ کے نام کو بطور صفت بغیر کسی ردوبدل کے استعمال کیا جاتا ہے۔بالکل اسی طرح "مونگیا" کا لفظ بجائے خود کافی ہے اور اسے "مونگیائی" رنگ دینا قواعد سے انحراف کی مثال ہے۔اردو ناول نگاروں نے جہاں معیاری جملہ بندی اور قواعد سے انحراف برتا ہے وہیں مروجہ محاورات کے استعمال میں بھی انحراف کیا ہے۔ناول "قربت مرگ میں محبت" سے وضع ترکیب میں انحراف کی مثال ملاحظہ ہو:

"یک دم اس کے چہرے کا رنگ نچڑ گیا۔"(۹)

اردو روزمرہ میں "نچڑنا" کا فعل کسی سیال شے کے حوالے سے استعمال ہوتا ہے مثلاً کپڑوں سے پانی کا نچڑنا، نہانے کے بعد بالوں سے پانی نچڑنا، کسی حادثے میں جسم سے خون نچڑنا وغیرہ۔چہرے سے رنگ کے نچڑنے کا بیان خلافِ روزمرہ ہے۔اس قسم کے معانی کی ترسیل کے لیے رنگ اڑ جانے کا ذکر ملتا ہے، اس باب میں "رنگ نچڑنا" کی ترکیب کا استعمال روایت سے اختلاف ہے۔وضع ترکیب کی ایک اور مثال پیش ہے:

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-03

ماخذ تحقیقی مجلہ

"آگ کی روشنی میں وہ پسینہ لشکتا ڈلکیں مارتا تھا۔"(۱۰)

اس مثال میں پسینے کا "لشکتی ڈلکیں مارنا" سرے سے ہی نئی ترکیب ہے جو خلافِ قاعدہ وضع کی گئی ہے۔ یہاں "لشکنا" یا "چمکنا" کے لیے یہی سالم فعل بھی کافی ہیں جبکہ متذکرہ ترکیب جو شاید معنویت میں اضافے کی غرض وغایت کے تحت وضع کی گئی ہے، لسانی انحراف کے زمرے میں آتی ہے کیونکہ روزمرہ میں اس قسم کی کوئی ترکیب نہیں ملتی۔

انحراف کی ایک اہم صورت معنیاتی انحراف ہے۔معنیاتی انحراف دراصل کسی لفظ کے رائج اور مانوس معنی سے ہٹ کر اس کے استعمال کا نام ہے۔ ہر زبان میں الفاظ کے دو طرح کے معنی پائے جاتے ہیں؛ ایک وہ سطحی یا عمومی معنی جو عام طور پر سمجھے اور قبول کیے جاتے ہیں اور دوسرے وہ گہرے اور بلیغ معنی جو زیادہ تر استعاراتی یا علامتی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ کسی لفظ کے لغوی معنی پہلی سطح پر آتے ہیں جبکہ استعاراتی معنی دوسری سطح میں شمار ہوتے ہیں۔ معنیاتی انحراف دونوں ہی سطحوں پر یعنی لغوی اور استعاراتی دونوں معنوں میں متنی سیاق کے مطابق سامنے آسکتا ہے اور اس کا انحصار مکمل طور پر مصنف کی منشا اور اختیار پر ہوتا ہے۔معنیاتی انحراف کے بارے میں ماہرِ لسانیات جیوفری لیچ کا کہنا ہے:

"Semantic deviation is kind of deviation which is mentally nonsense or absurdity."(11)

جیوفری لیچ کے مطابق معنیاتی انحراف بظاہر لغو اور بے معنی دکھائی دیتا ہے۔ اس انحراف کے پس منظر میں موجود محرک کو عقلی طور پر سمجھنا نہایت دشوار ہے کیونکہ قاری کے لیے یہ جاننا تقریباً ناممکن ہوتا ہے کہ مصنف نے کسی مخصوص لفظ کے رائج لغوی معنی کو چھوڑ کر اسے ایک نئے اور غیر مانوس معنی میں کیوں برتا۔ لسانی انحراف کی دیگر صورتیں مثلاً قواعد یا املا میں تصرف نسبتاً قابلِ فہم اور قابلِ گرفت ہوتی ہیں لیکن معنیاتی انحراف کی گرفت مشکل ہے کیونکہ یہ مصنف کی ایسی ذہنی اور تخلیقی کیفیت کا نتیجہ ہوتا ہے جسے صرف وہی پوری طرح جان سکتا ہے۔ اردو ناول میں اس طرز کے کئی نمونے موجود ہیں جہاں مصنفین نے کسی لفظ یا مرکب کے مروجہ مفہوم کو ترک کر کے اسے جملے میں نئے معنوں کی ترسیل کے لیے استعمال کیا ہے۔ناول "قربت مرگ میں محبت" سے اس انحراف کی مثال دیکھیے:

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-03

"وہ لوگ۔۔۔ان رواجوں کی ہو بہو نقل کرتے تھے جو ان فلموں میں کولہے چھنکاتی اور ناف لرزاتی خواتین دولہا دلہن کے سامنے پرفارم کرتی تھیں۔"(۱۲)

لغت کے مطابق "چھنکانا" کا فعل چوڑیوں، گھنگھروؤں یا اس قسم کے دیگر زیورات و متعلقات کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ سکوں کے چھنکانے کا ذکر بھی ملتا ہے جو سکے کی دھات کے کسی دوسری شے سے بجنے کی آواز سے تعلق رکھتا ہے۔ مثلاً تانبے کے سکے کو اسٹیل کی کٹوری میں ڈال کر "چھنکایا" جا سکتا ہے۔ اردو روزمرہ میں "کولہے چھنکانے" کی یہ منفرد مثال ہے اور امکان ہے کہ یہاں "چھنکانا" کا لفظ "مٹکانا" کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ اسی طرح "لرزنا" کا فعل "ناف" کے ساتھ بھی پہلی بار دیکھنے میں آیا ہے ورنہ معمول میں یہ فعل کسی کمزور وجود کی لرزش کے لیے استعمال ہوتا ہے مثلاً "خوف سے لرزنا" وغیرہ۔ "ہونٹ" پھر بھی لرز سکتے ہیں لیکن "ناف" کے ساتھ اس کا استعمال معنوی استعمال کے مقام میں تحریف ہے۔ متذکرہ ناول میں معنوی انحراف کی ایک اور دیکھیے:

"وہ بھی اس کی وارڈروب سے تقریباً واقف ہو چکا تھا۔۔اس کی انگلیوں پر اتری انگوٹھیاں، بریسلٹ۔۔" (۱۳)

اس مثال میں "اترنا" کا فعل "پہننا" کے معنی میں استعمال ہوا ہے جو لسانی ضابطے سے انحراف کی مثال ہے۔ معنیاتی انحراف کے ساتھ ساتھ استعاراتی انحراف بھی منشائے مصنف ہے۔ اردو زبان میں مروجہ استعارے مخصوص مظاہر کی نسبت سے استعمال ہوتے ہیں اور شعر و نثر میں بھی ان کا استعمال روایتی معنی میں ہی ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر چاند خوبصورتی کا استعارہ ہے۔ عام طور پر استعاراتی سطح میں ردوبدل کم ہی دیکھنے میں آتی ہے تاہم اکیسویں صدی کے اردو ناول میں استعاراتی تحریف کی مثالیں ملتی ہیں جو مصنف کے قلم کی آزادی کا اظہار ہیں۔ ناول "قربت مرگ میں محبت" سے اس انحراف کی مثالیں دیکھیے:

"اس نے خیال کیا کہ ادھر سائیں انڈس کی کوئی شاخ نکلتی ہے۔"(۱۴)

"یہ جو کشتی برباد کھڑی ہے۔۔ہمیشہ ادھر نہیں ہوتی۔ بہت برس گزرتے ہیں ناں تو ادھر سے ڈھل کر سندھ سائیں میں اتر جاتی ہے۔"(۱۵)

درج بالا حوالوں میں "سائیں" کا لفظ "انڈس" اور "سندھ" کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے جو اگرچہ ماہی گیروں کا دریائے سندھ سے نسبت کا اظہار ہے تاہم عام طور پر "سائیں" کا لفظ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ استعمال

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-03

ماخذ تحقیقی مجلہ

ہوتا ہے یا پھر انسانوں سے عقیدت کے اظہار کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ دریا سے نسبت و عقیدت کا یہ اظہار معمول کے بیانیے سے ہٹ کر ہے۔

کسی بھی زبان میں الفاظ بنانے کے باقاعدہ اصول موجود ہوتے ہیں۔ اردو میں عموماً اسمِ مصدر یا اسمِ مشتق سے الفاظ اخذ کیے جاتے ہیں اور اس عمل میں قواعد کی پابندی لازمی سمجھی جاتی ہے۔ اس کے برعکس اسمِ جامد سے الفاظ بنانا اصول کی خلاف ورزی شمار ہوتا ہے۔ اگرچہ عمومی طور پر ان ضابطوں پر عمل کیا جاتا ہے لیکن لسانی انحراف کے تحت ان قواعد کو توڑ دیا جاتا ہے۔ اکیسویں صدی کے اردو ناول میں اس قسم کے کئی نمونے پائے جاتے ہیں جہاں اشتقاقی اصولوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ ناول "قربت مرگ میں محبت" سے اس انحراف مثالیں دیکھیے:

"تم اس کا قفل کھولتی ہو، اپنی مجنونانہ محبت کا اظہار کرتی ہو۔"(۱۶)

"آج دیری ہوگئی ہے۔۔۔ رات دکھن کی ہوا چلی تھی سائیں۔ اس لیے مچھلی نیچے گہرے پانی میں چلی گئی ہے۔" (۱۷)

پہلی مثال میں "مجنوں" سے "مجنونانہ" کا اشتقاق تو کامل انحراف ہے کیونکہ اسم پر متزاد فعل کے اشتقاق کا ایسا کوئی قاعدہ رائج نہیں۔ دوسری مثال میں "دیر" کے لیے "دیری" کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا اشتقاق خلافِ قاعدہ ہے کیونکہ "دیر" کی نوعیت جامد ہے۔ شاید اسے "جلد" سے "جلدی" کے قاعدے پر وضع کیا گیا ہے، بہر طور یہ روزمرہ میں رائج نہیں۔ اسی طرح "دکھ" سے "دکھن" کا اشتقاق بھی برخلاف قاعدہ ہے اور یہ تمام اختلافات لسانی انحراف کے زمرے میں آتے ہیں۔ اردو ناول میں اردو جملوں میں دیگر زبانوں کے الفاظ استعمال کر کے بھی روزمرہ سے انحراف برتا گیا ہے۔ یہ انحراف مختلف سطحوں پر ملتا ہے۔ ناول "قربتِ مرگ سے محبت" سے مثال پیش ہے:

"ایک ٹکڑی ہے اور دوسری بوبلے ہے جو پوشلی ہلاتی رہتی ہے۔"(۱۸)

اس حوالے میں "دُم" کے لیے "پوشلی" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو "پونچھ" کی بگڑی ہوئی شکل "پوچھلی" کی مزید بگڑی ہوئی شکل ہے۔ ایک اور مثال دیکھیے:

"جانے آنکھیں نوٹ کر سوتا تھا یا آلکس میں۔۔"(۱۹)

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-03

ماخذ تحقیقی مجلہ

اس مثال میں آنکھیں "بند" کر کے یا آنکھیں "میچ" کے سونے کی بجائے آنکھیں "نُوٹ" کر سویا جا رہا ہے جبکہ "نوٹ" پنجابی کا لفظ ہے۔ ناول کے بیانیے میں ایسے الفاظ کا فی البدیہہ استعمال لسانی انحراف کی مثال ہے۔ انحراف کی ایک اہم صورت املا میں انحراف ہے۔ املائی انحراف اس وقت سامنے آتا ہے جب کسی لفظ کی روایتی اور مانوس شکل میں تبدیلی کی جائے۔ اس عمل کے نتیجے میں زبان میں نئے الفاظ شامل ہو جاتے ہیں جو بظاہر نئی صورت رکھتے ہیں مگر ان کی پہچان اور مفہوم اصل لفظ کی پرانی شکل اور معنی سے ہی جڑے ہوتے ہیں۔ اردو ناول نگاروں نے اس نوع کے انحراف کو بڑے پیمانے پر برتا ہے۔ اکثر یہ انحراف اس مقصد سے کیا گیا کہ اردو میں دوسری زبانوں کے لہجے اور آہنگ کی جھلک پیدا کی جا سکے جبکہ بعض مواقع پر یہ عمومی طور پر بھی نظر آتا ہے۔ ناول "قربت مرگ میں محبت" سے املائی انحراف کی مثالیں ملاحظہ ہوں:

"اس کا چہرہ مہرہ دراوڑی تھا۔ چوڑا جنوروں ایسا جبڑا۔"(۲۰)

"وہ ایک جنور کا بدن تھا جو چھپائے نہیں چھپتا۔"(۲۱)

ان مثالوں میں "جانور" کی جگہ "جنور" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو پنجابی لہجے کی غمازی کرتا ہے جبکہ باقی تمام جملہ اردو میں ہے۔ یہاں یہ نکتہ بھی قابلِ غور ہے کہ پنجابی میں "جانور" کے لیے "ڈنگر" کا لفظ استعمال ہوتا ہے جبکہ یہاں "جنور" استعمال ہوا ہے۔ گویا پنجابی نے اردو سے لفظ "جانور" لے کر اسے پنجابی کے روپ میں ڈھال لیا ہے جبکہ پنجابی لغت میں اس کا مساوی لفظ ڈنگر ہے۔ یہ مثال ایسے ہی ہے جیسے اردو میں انگریزی کے الفاظ اردوانے کے عمل کے تحت استعمال ہوتے ہیں۔ اب ان مثالوں کے مطابق پہلے اردو کا لفظ "جانور" پنجابی میں جا کر "جنور" بنا اور پنجابی میں استعمال ہونے کی بجائے واپس اردو میں آ کر استعمال ہوا۔ گویا یہ انحراف در انحراف کی مثال ہے۔ لفظی انحراف کے مختلف طریقے ہیں جن میں نئے الفاظ وضع کرنا، موقع محل کی مناسبت سے الفاظ کی بناوٹ اور ان کا استعمال شامل ہے۔ لفظی انحراف کی بابت جیوفری لیچ کا کہنا ہے:

> "The term is employed for coinage, neologism, or new words, i.e words items of vocabulary as one or the more obvious ways in which a poet may exceed the normal resources of language."

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-03

"یہ اصطلاح کوائن ایج (موجودہ الفاظ سے نیا لفظ بنانا)، نیولوجزم (نئے لفظ کی اختراع) یا نئے الفاظ کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ یعنی کہ اس میں شاعر (یا مصنف) لغت الفاظ میں موجود الفاظ سے تجاوز کرتا ہے۔"(۲۲)

املائی انحراف بھی دراصل **کوائن ایج** ہی کی ایک شکل ہے کیونکہ اس میں مصنف مروجہ الفاظ کی ظاہری ساخت سے تجاوز کرتا ہے تاہم لفظ کا بنیادی معنی اپنی جگہ بر قرار رہتا ہے۔ یہ نئے الفاظ بنانے کا ایسا طریقہ ہے جس میں معنی کو چھیڑا نہیں جاتا بلکہ صرف لفظ کی روایتی بناوٹ میں تبدیلی کی جاتی ہے یعنی الفاظ کی ظاہری صورت میں تصرف کیا جاتا ہے۔ ناول "قربت مرگ میں محبت" میں اکثر مقامات پر مقامی لب و لہجے کے تحت زبان کو مزید بگاڑ کر لسانی انحراف برتا گیا ہے۔ مقامیت کے تحت ناول سے املائی انحراف کی مثال دیکھیے:

"صاحب شکار کا شونق رکھتا ہے اس لیے جاتا ہے۔"(۲۳)

یہاں اردو لفظ "شوق" میں پنجابی لب و لہجے کے تحت "ن" کا اضافہ کر کے انحراف برتا گیا ہے۔ دیگر زبانوں کے تحت واقع ہونے والے املائی انحراف کے علاوہ کچھ ایسی مثالیں ایسی بھی ہیں جن میں خواہ مخواہ املائی انحراف برتا گیا ہے۔ ناول سے مثال دیکھیے:

"بار بار اپنے جسے کو آگے کرتی تھی تا کہ دباؤ سے دودھ بڑھے۔"(۲۴)

"کالے سیاہ جثے میں صرف اس کی آنکھیں تھیں جو دو چنگاریوں کی طرح بھڑکتی اور پھڑ پھڑاتی تھیں۔" (۲۵)

ایک ہی ناول میں "جسہ" اور "جثہ" کے املا میں فرق لسانی انحراف کی نشانی ہے۔ اسے پروف کی غلطی اس لیے نہیں گردانا جا سکتا کیونکہ ناول میں یہ دونوں املا متعدد بار ادل بدل کے استعمال کیے گئے ہیں۔ "س" اور "ث" کے استعمال میں یہ تفریق اختیاری ہے یا غیر اختیاری، اس کا حتمی جواب تو مصنف کے پاس ہی ہے تاہم اس طرز کا ایک تجربہ اور اس پر رائے کے لیے مسعود حسین کے مضمون "اقبال کی نظری و عملی شعریات" کے حوالے سے پیش ہے جس سے آوازوں کے اس نظام کو سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے:

"میں (مسعود حسین)۔۔۔ "اقبال کی نظری و عملی شعریات" پر کام کر رہا تھا تو مجھے ایک روز یک لخت احساس ہوا کہ ادائیگیِ صوت کی بھی زبان کے جملوں کی طرح دو سطحیں ہوتی ہیں۔

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-03

ایک اندرونی یا داخلی اور دوسری خارجی یا تکلمی۔ اقبال دیگر اہلِ پنجاب کی طرح "ق" کی ادائیگی پر قدرت نہیں رکھتے تھے اور ساری عمر وہ خود کو "اکبال" کہا کیے۔ یعنی

ع "اکبال" بھی "اقبال" سے آگاہ نہیں ہے

چوں کہ ان کا کلام "ق" کی تحریری شکل سے بھرا پڑا ہے۔ جو خاموشی میں تخلیقِ شعر کے وقت یقیناً "ک" تصور ہوتا ہو گا تو کیا ان کے کلام میں "ق" اور "ک" کے صوتی انتشار کا اس لحاظ سے مطالعہ نہیں کیا جا سکتا؟"[۲۶]

گویا اردو ادب میں املا کی سطح پر موجود یہ صوتی انحراف مصنف کے ہاں صوتی انتشار کے مطالعے کے امکانات پیدا کرتا ہے جو بذاتِ خود ایک الگ تحقیقی موضوع کی حیثیت رکھتا ہے۔ ناول "قربت مرگ میں محبت" میں لسانی انحراف کی مختلف اقسام اور ان کی مثالوں کے جائزے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ناول نگار نے اظہار کو روایتی ضابطوں تک محدود نہیں رکھا ۔ انہوں نے روایت سے ہٹ کر یہ ثابت کیا ہے کہ وہ نہ صرف اردو اظہارِ بیان کے دائرے کو وسیع کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں بلکہ ناول کے مزاج اور اس کی ضرورت کے مطابق لسانی اصولوں میں ترمیم کر کے انہیں اپنے تخلیقی مقصد کے تحت برتنے پر بھی قادر ہیں۔ یہی رویہ ناول کو نیا پن عطا کرتا ہے جو ایک طرف اردو زبان میں تازگی کا سبب بنتا ہے اور دوسری جانب قاری کے لیے کشش اور دلچسپی پیدا کرتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ چارلس اوس گڈ (بحوالہ: نلز ایرک انکوسٹ، Linguistics and Style، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ۱۹۷۱ء، ص:۲۳) مشمولہ: اطلاقی لسانیات (مولف: خلیل احمد بیگ)، عبداللہ اکیڈمی، لاہور، ۲۰۱۸ء، ص:۷۹

2. Raymond Chapman, Linguistics and Literature, Reference to: Edward Arnald, Introduction to Literary Stylistics, London Press, London, 1973, P;195

۳۔ مستنصر حسین تارڑ، قربت مرگ میں محبت، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص:۴۱

4. Leech & Short, Style in Fiction: A linguistic introduction to English fiction prose, Longman, 1981, P: 47

۵۔ مستنصر حسین تارڑ، قربت مرگ میں محبت، ص:۳۴

۶۔ مستنصر حسین تارڑ، قربت مرگ میں محبت، ص:۲۶

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-03

۷۔ مستنصر حسین تارڑ، قربت مرگ میں محبت، ص:۴۰

۸۔ مستنصر حسین تارڑ، قربت مرگ میں محبت، ص:۱۰۰

۹۔ مستنصر حسین تارڑ، قربت مرگ میں محبت، ص:۱۰۶

۱۰۔ مستنصر حسین تارڑ، قربت مرگ میں محبت، ص:۴۲

11. G.N Leech. A Linguistic Guide to English Poetry, Longman, London, 1969, P.G,41

۱۲۔ مستنصر حسین تارڑ، قربت مرگ میں محبت، ص:۸۰

۱۳۔ مستنصر حسین تارڑ، قربت مرگ میں محبت، ص:۱۲۶

۱۴۔ مستنصر حسین تارڑ، قربت مرگ میں محبت، ص:۱۷

۱۵۔ مستنصر حسین تارڑ، قربت مرگ میں محبت، ص:۲۷

۱۶۔ مستنصر حسین تارڑ، قربت مرگ میں محبت، ص:۱۲۷

۱۷۔ مستنصر حسین تارڑ، قربت مرگ میں محبت، ص:۴۱

۱۸۔ مستنصر حسین تارڑ، قربت مرگ میں محبت، ص:۳۵

۱۹۔ مستنصر حسین تارڑ، قربت مرگ میں محبت، ص:۳۱

۲۰۔ مستنصر حسین تارڑ، قربت مرگ میں محبت، ص:۱۰

۲۱۔ مستنصر حسین تارڑ، قربت مرگ میں محبت، ص:۲۸

22. G.N Leech. A Linguistic Guide to English Poetry, Longman, London ,1969, P.G,42

۲۳۔ مستنصر حسین تارڑ، قربت مرگ میں محبت، ص:۳۰

۲۴۔ مستنصر حسین تارڑ، قربت مرگ میں محبت، ص:۱۰

۲۵۔ مستنصر حسین تارڑ، قربت مرگ میں محبت، ص:۲۵

۲۶۔ مسعود حسین، اسلوبیات، مشمولہ:اطلاقی لسانیات (مرتب: مرزا خلیل احمد بیگ)، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۲۰۰۸ء، ص:۱۳